ڈاکٹر امبر یاسمین☆

اقبال کی فلسفیانہ بصیرت میں خودشناسی اور پائیدار معاشی مستقبل کی بازیافت:
علم الاقتصاد اور پائیدار ترقی کے ہدف نمبر ۸ کے تناظر میں

"Self-realization and a sustainable Economic Future" in Allama Muhammad Iqbal's philosophical insights: in the context of Ilmul Iqtisad and Sustainable Development Goal 8

Abstract:

The United Nations Sustainable Development Goals (SDGs) aim to address global challenges such as eliminating poverty and economic inequality, safeguarding life on Earth, empowering women, and ensuring that all people have equal opportunities for health, justice, prosperity, education, employment, a clean and sustainable environment, and peace. Dr. Allama Muhammad Iqbal, the sage of the East, philosopher and mystic, apparently expressed his philosophical insights in poetic form in the subcontinent. Very soon, however, his thoughts, ideas and sweeping vision transcended geographical boundaries and achieved global acclaim. Iqbal's works clearly reflect deep engagement with contemporary challenges, and a visionary outlook on the future. It is for this reason he is often

☆ایسوسی ایٹ پروفیسر ، شعبۂ فارسی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، پاکستان

honored with the title “Poet of Tomorrow”. This article, examines United Nations Sustainable Development Goal (SDG) No. 8 (Decent Jobs and Economic Growth) through the prism of Allama Muhammad Iqbal's writings, especially "Ilmul Iqtisad (science of Economics) and shows how his far-sighted philosophical insights offer proposed solutions, self-realization, and vision for the future in the context of contemporary economic challenges and sustainable development.

Keywords: Economic issues, self-realization, philosophical insight, recovery of the future, sustainable development goal (number 8), Ilmul Iqtisad, Allama Iqbal

اقوام متحدہ کے پائیدار ترقی کے اہداف (SDGs) کا مقصد کرۂ ارض کے مسایل جیسے غربت اور معاشی عدم مساوات کا خاتمہ زمین پر زندگی کی حفاظت، خواتین کو با اختیار بنانا اور تمام لوگوں کو صحت، انصاف، خوشحالی، تعلیم، روزگار، پاک اور صاف ماحول اور امن کے یکساں مواقعوں کی فراہمی اور ان سے لطف اندوز ہونے کو یقینی بنانے کے لئے ایک عملی اور جامع منصوبہ بندی ہے۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، حکیم مشرق، فلسفی اور دانائے راز نے بظاہر برصغیر میں اپنی فلسفیانہ بصیرت کو شعری انداز میں بیان کیا لیکن بہت جلد ان کے افکار، خیالات اور وسیع وژن نے جغرافیائی حدود کو پار کر کے عالمی شہرت حاصل کر لی۔ اقبال کے آثار میں عصری مسایل کی جھلک، چیلنجز اور مستقبل کی بازیافت واضح طور پر موجود ہے۔ اسی لیے انہیں شاعر امروز اور شاعر فردا کا لقب دیا گیا۔ یہ مقالہعلامہ اقبال کے آثار خاص طور پر "علم الاقتصاد" میں موجود اقوام متحدہ کے پائیدار ترقی کے ہدف (SDG) نمبر ۸ (اچھی ملازمتیں اور معاشی ترقی) کی عکاسی کرتے ہوئے پائیدار ترقی کے تناظر میں عصری دنیا کو درپیش معاشی مسائل کے مجوزہ حل، خودشناسی اور مستقبل کی بازیافت کو اقبال کی دور اندیش فلسفیانہ بصیرت میں تلاش کرنے کی راہنمائی کرتا ہے۔

مقدمہ:

معاشی عدم مساوات، غربت، صحت، تعلیم، روزگار اور موسمیاتی تبدیلیوں سے دوچار دنیا میں، اس سوال کا جواب دریافت کرنا بہت ضروری ہے کہ حقیقی انسانی ترقی کیا ہے۔ اقوام متحدہ کے پائیدار ترقی کے اہداف (SDGs) کے عالمی فریم ورک کے درمیان، ہدف نمبر ۸ —جو اچھے کام اور جامع اقتصادی ترقی کو فروغ دیتا ہے— سماجی اور اقتصادی انصاف کی جانب ایک اہم پیش رفت ہے۔ اس ہدف کے نفاذ کی صلاحیت کو مکمل طور حاصل کرنے کے لیے، فلسفیانہ اور اخلاقی بنیادوں پر استوار اقتصادی ترقی کے رہنما اصولوں پر عمل کرنا ہوگا۔ اس سوال کے جواب کو معلوم کرنے کے لئے شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کا فلسفہ خود شناسی (خودی)، جو ایک متحرک تصور ہے اور باطنی بیداری، بامقصد عمل اور روحانی خود مختاری پر زور دیتا ہے اور ان کی کتاب "علم الاقتصاد" سے استفادہ کیا گیا ہے جو ہمارے لیے بنیادی معاشی اصولوں کے تعارف، معاشی عدم مساوات اور استحصال پر تنقید اور اس کے ممکنہ حل اور قومی اور سماجی ترقی کے لیے اقتصادی آگاہی بہترین ذریعہ ہے۔ اقبال کے نزدیک حقیقی ترقی خواہ وہ ذاتی ہو، سماجی یا معاشی، بااختیار ہونے سے شروع ہوتی ہے۔ "علم الاقتصاد" میں اقبال کا وژن ایک منفرد لنز فراہم کرتا ہے جس کے ذریعے ہم پائیدار ترقی کے مقاصد، خاص طور پر محنت، معاشی عدم مساوات کے خاتمے، پیداواری صلاحیت اور اقتصادی ترقی و خوشحالی جیسے تصورات کو نئی جہتوں کے ساتھ دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔

آج کی دنیا متعدد مسائل سے دوچار ہے جس میں انسان کی بنیادی ضروریات اور حقوق سوالیہ نشان ہیں۔ ایک خوشحال معاشرے کا قیام یقیناً اس کی معاشی ترقی سے منسلک ہے، جہاں معاشرے کے نوجوانوں کے لیے معاشی ترقی اور ملازمتوں کے یکساں مواقع موجود ہوں۔ اقوام متحدہ کے پائیدار ترقی کے اہداف ۲۰۳۰ (SDGs) کا مقصد کرۂ ارض کے مسایل جیسے غربت اور عدم مساوات کا خاتمہ، زمین پر زندگی کی حفاظت، خواتین کو بااختیار بنانا اور تمام لوگوں کو صحت، انصاف، خوشحالی، تعلیم، روزگار، پاک اور صاف ماحول اور امن کے یکساں مواقعوں کی فراہمی اور ان سے لطف اندوز ہونے کو یقینی بنانے کے لیے ایک عملی اور جامع منصوبہ بندی ہے: "درحقیقت پائیدار ترقی کے اہداف ۲۰۳۰ کا ڈھانچہ ایجنڈہ کے پانچ ستونوں 5 Ps پر مشتمل ہے اور وہ یہ ہیں People, Planet, Prosperity, Peace, اور Partnerships یہ 5 Ps اس بات پر روشنی ڈالتے ہیں کہ کس طرح SDGs سولو اہداف کے گروپ کے بجائے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے فریم ورک ہیں اور ایک P دوسرے P کو پیشرفت میں کیسے معاونت کرتا ہے"[1]۔

اگر ان اہداف کو حقیقی معنوں میں حاصل کر لیا جائے تو یقیناً دنیا جنت بن جائے گی۔ اسلام وہ بہترین مثالی مذہب ہے جس نے آج سے ہزاروں سال پہلے ان 5Ps کے تصور کو متعارف کروایا اور ایک خوشحال معاشرے کے قیام کے لئے بڑے واضح اہداف دنیا کو متعارف کروائے۔ اگر ہم ان اہداف کا مذکورہ اہداف کے ساتھ موازنہ کریں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ امن کا قیام، دولت کی منصفانہ تقسیم، غربت کا خاتمہ، تعلیم، پاکیزگی اور صفائی، اخلاق حسنہ، سماجی اور فلاحی اداروں کے قیام کا تصور اسلام نے دنیا کو پیش کیا۔ قرآن پاک میں واضح طور پر خوشحال

معاشرے کے قیام اور مستحکم معاشی نظام سے متعلق تقریباً سو سے زاید قرآنی آیات میں براہ راست معاشی اور مالی معاملات کا ذکر کیا گیا۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید فرقان حمید میں واضح الفاظ میں دولت کی منصفانہ تقسیم کے بارے میں بتلا دیا۔ سورہ الحشر میں فرمایا:" كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ ٱلْأَغْنِيَآءِ مِنكُمْ"[2]

ترجمہ: (تاکہ (سارا مال صرف) تمہارے مال داروں کے درمیان ہی نہ گردش کرتا رہے) یہ قران پاک کی وہ اہم آیہ ہے جو معاشرے کی خوشحالی کا رہنما اصول ہے یعنی دولت کی گردش عام ہونی چاہیے ایسا نہ ہو کہ دولت صرف امیروں تک محدود رہے اور غریب مزید غریب ہوتا رہے۔ اسی ضمن میں اسلام نے معاشرے میں دولت کے بہاؤ کو درست سمت میں جاری رکھنے، کمزور اور نادر طبقات کی مدد اور مومنین میں انفاق اور خیر خواہی کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے زکوٰۃ کا نظام متعارف کروایا۔ اسی طرح سورہ الذاریات میں ارشاد ربانی ہے: "وَفِيْ اَمْوَالِـهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ" [3]ترجمہ: (ان کے مالوں میں سائل، اور محروم کا حق ہے) قرآن پاک کی اس آیہ میں جو فلسفیانہ اور روحانی معنویت موجود ہے اس کا پرچار آج عالمی فلاحی ادارے چیریٹی کے نام پر کرتے ہیں لیکن درحقیقت سماجی فلاح و بہبود کا یہ نظریہ اسلام نے پیش کیا۔

اسی طرح حکیم مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے جدید دور میں ایک مسلمان فلسفی کی حیثیت سے مسلمانوں کی پسماندہ حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے، جن میں سے زیادہ تر ترقی پذیر ممالک میں پھیلے ہوئے تھے، نظریات پیش کیے ہیں، جن میں سے ایک آزاد مسلم ریاست کا تصور تھا. انہوں نے برصغیر میں ایک آزاد مسلم ریاست کا تصور بنیادی طور پر اس لئے پیش کیا کہ مسلمان نفاذ شریعت کی برکات سے کسی کے محتاج نہ رہیں۔ علامہ اقبال نے قائداعظم کے نام 1937ء میں ایک خط لکھا:

> "شریعت اسلامیہ کے طویل و عمیق مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلامی قانون کو معقول طریق پر سمجھا اور نافذ کیا جائے تو ہر شخص کو کم از کم معمولی معاش کی طرف سے اطمینان ہو سکتا ہے۔ ایک مکل تو یہ ہے کہ کسی ایک آزاد اسلامی ریاست یا ایسی چند ریاستوں کی عدم موجودگی میں شریعت اسلامیہ کا نفاذ اس ملک میں محال ہے۔ سالہا سال سے میرا یہی عقیدہ رہا ہے اور اب بھی اسے ہی مسلمانوں کے افلاس اور ہندوستان کے امن کا بہترین حل سمجھتا ہوں"۔[4]

اقبال کی فلسفیانہ بصیرت نے اس بات کو واضح کر دیا کہ بہتر اور پائیدار مستقبل کی بازیافت اسلامی معاشرے کے قیام اور قرآن و سنت میں مضمر ہے۔ جس نے اسلام، قرآن اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعلیمات کو اپنا شعار بنالیا اور اپنے آپ کو پہچان لیا، اس نے خوشحالی اور ترقی کی راہ اپنالی۔ جیسا کہ اقبال رموز بیخودی میں لکھتے ہیں:

"گر تو میخواھی مسلمان زیستن | نیست ممکن جز بقرآن زیستن

خوار از مھجوری قرآن شدی | شکوہ سنج گردش دوران شدی"[5]

(اگر تو مسلمان کی زندگی گزارنا چاہتا ہے تو قرآن کریم کو زندگی کا حصہ بنائے بغیر ایسا ممکن نہیں۔ تیری ذلت کا اصل سبب یہ ہے کہ تو نے قرآن چھوڑ دیا اور زمانے کی گردش کے شکوے کرنے لگا۔)

اقبال کے بھی نزدیک انفرادی، معاشی اور سماجی ترقی کا راز قرآن کے ساتھ جڑنے میں ہی ہے۔ اب ہم ذرا ایک نگاہ پائیدار ترقی کے ہدف نمبر ۸ پر کر لیتے ہیں۔

اس ہدف کا مقصد سب کے لیے جامع اور پائیدار اقتصادی ترقی، روزگار اور مہذب کام کو فروغ دینا ہے۔ جامع اقتصادی ترقی کو آگے بڑھانا اور سب کے لیے معقول ملازمتیں پیدا کرنا ہے اور اس عمل سے معیار زندگی کو بہتر بنانا ہے۔ نیز اس ہدف کے ذیلی اہداف یہ ہیں:

"Economic growth should be a positive force for the whole planet. This is why we must make sure that financial progress creates decent and fulfilling jobs while not harming the environment. We must protect labour rights and once and for all put a stop to modern slavery and child labour. If we promote job creation with expanded access to banking and financial services, we can make sure that everybody gets the benefits of entrepreneurship and innovation."[6]

اقبال کے مختلف آثار میں انہوں نے مختلف جہتوں پر بحث کرتے ہوئے انسانی مسائل کے حل اور پائیدار ترقی کی جہتوں، اصولوں اور مضمرات پر تبادلہ خیال کیا اور ایک پریکٹشنر، ماہر تعلیم اور حکیم کی حیثیت سے اپنی بصیرت سے وہ راہیں دکھائی جو بہتر مستقبل کی بنیاد بن سکتی ہیں، ان آثار میں سے ایک اہم اثر "علم الاقتصاد ہے"۔ اگر ہم اقبال کی معاشیات پر ۱۹۰۳ میں اردو زبان میں لکھی گئی پہلی کتاب علم الاقتصاد کا جائزہ لیں تو بلاشبہ ۱۲۲ سال قبل لکھی گئی اس کتاب میں اقبال نے معاشی خوشحالی اور خودشناسی کے وہ رہنما اصول بیان کیے جو پائیدار ترقی کے

ہدف نمبر ۸ کی واضح طور پر عکاسی کرتے ہیں۔ اقبال کی عمیق بصیرت اس بات کا اعادہ کرتی ہے کہ اقبال انسانی زندگی کو غربت کی اندوہناک اذیت سے پاک دیکھنا چاہتے تھے۔ علامہ اقبال نے اپنی اسی خواہش کو قائد اعظم کے نام ایک خط میں دہرایا اور "جاوید نامہ" میں ایک خیالی شہر مرغدین کی سیاحت کے دوران یوں لکھتے ہیں:

"نی بہ بازاراں زبیکاراں خروش

نی صداھای گدایان درد گوش"[7]

(نہ تو یہاں بازاروں میں بے کاروں کی نعرہ بازی ہے اور نہ بھکاریوں کی کانوں کو دکھ پہنچانے والی آوازیں ہیں)

اقبال نے علم الاقتصاد میں معاشی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مفلسی کو قرار دیا اور معاشرے کی ترقی میں حائل دیگر مسائل کا ذکر بھی کیا۔ مفلسی سے متعلق اقبال لکھتے ہیں:

"تم جانتے ہو مفلسی تمام جرائم کا منبع ہے۔ اگر ایسی بلائے بے درماں کا قلع قمع ہو جائے تو دنیا جنت کا نمونہ نظر آئے گی اور چوری، قتل، قمار بازی اور دیگر جرائم جو اس دہشت ناک آزار سے پیدا ہوتے ہیں یک دم معدوم ہو جائیں گے۔ مگر موجودہ حالات کی رو سے اس کالی بلا کے پنجے سے رہائی پانے کی یہی صورت ہے کہ نوع انسانی کی آبادی کم ہو تا کہ موجودہ سامان معشیت کفایت کر سکے"[8]۔

یہ کتاب اس لئے بھی اہم ہے کہ اقبال نے اس کتاب میں معاشی ترقی کے کئی رہنما اصول بتائے ہیں جو پائیدار ترقی کے ہدف نمبر ۸ کے چیلنجز کو پورا کرتے ہیں اور جن کا نفاذ اگر معاشرے کے معاشی ڈھانچے میں کر لیا جائے تو یقیناً ایک خوشحال معاشرہ وجود میں آسکتا ہے اور ہم ایک کامیاب اور روشن مستقبل کی بازیافت کر سکتے ہیں۔ اقبال علم الاقتصاد کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

"یہ امر مسلم ہے کہ انسان کا معمولی کام کاج، اس کے اوضاع و اطوار اور اس کے طرز زندگی پر بڑا اثر رکھتا ہے۔ بلکہ اس کے دماغی قُویٰ بھی اس اثر سے کامل طور پر محفوظ نہیں رہ سکتے۔۔۔ یہ بات روزمرہ کے تجربے اور مشاہدے سے ثابت ہوتی ہے کہ روزی کمانے کا دھندہ ہر وقت انسان کے ساتھ ہے اور چپکے چپکے اس کے ظاہری اور باطنی قُویٰ کو اپنے سانچے میں ڈھالتا رہتا ہے ذرا خیال کرو کہ غریبی یا یوں کہو کہ ضروریات زندگی کے کامل طور پر پورا نہ ہونے سے انسانی طرز عمل کہاں تک متاثر ہوتا ہے۔ غریبی قُویٰ انسانی پر بہت

برا اثر ڈالتی ہے بلکہ بسا اوقات انسانی روح کے مجلا آئینہ کو اس قدر زنگ آلود کر دیتی ہے کہ اخلاقی اور تمدنی لحاظ سے اس کا وجود و عدم برابر ہو جاتا ہے"[9]۔

اقبال کے مطابق معاشیات کی سائنس انسانی زندگی کے عام کاروبار پر بحث کرتی ہے۔ اس کا مقصد اس معاملے کی چھان بین کرنا ہے کہ لوگ اپنی آمدنی کیسے حاصل کرتے اور اس کا استعمال کیسے کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک لحاظ سے اس کا موضوع مال ہے اور دوسرے اعتبار سے علم کی ایک وسیع شاخ جس کا محور خود انسان ہے۔ گویا یہ بات مان لی گئی کہ انسان کے عام کاروبار کا اس کی عادات پر بڑا اثر ہوتا ہے، یعنی اگر ہم اقبال کے اس موقف کو سادہ الفاظ میں بیان کریں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مفلسی انسان کے مزاج میں مایوسی، ناامیدی، چڑچڑاپن اور اکتاہٹ پیدا کرتی ہے جبکہ معاشی خوشحالی انسان کی طبعیت میں ایک خوشگوار احساس، خاندانی ترقی اور آگے بڑھنے کی خواہش کو پروان چڑھاتی ہے۔

اگرچہ معاشیات کے مسائل اقبال کی زندگی میں کبھی بھی اہم نہ تھے مگر انہیں اس موضوع سے ایک گہری دلچسپی رہی ہے۔ اس کی جھلک ان کی تحریروں اور تقریروں دونوں میں پائی جاتی ہے۔ جن کا ذکر اقبال نے "ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر" کے موضوع پر ایک لیکچر میں کیا۔ اقبال وہ دور اندیش مفکر اور مربی تھے جنہوں نے عالم اسلام کے مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی کو بہت پہلے سے محسوس کر لیا تھا۔ اقبال نے مسلمانوں کی اقتصادی حالت کی جو تصویر کشی کی ہے، مسلمانوں کی آج کی صورتحال اس سے کسی طور بھی مختلف نہیں۔ اقبال لکھتے ہیں:

"غریب مسلمان کی اقتصادی حالت نہایت ہی افسوس ناک اور قابل رحم ہے۔ شہروں میں جہاں کی آبادی کا جزو غالب مسلمان ہیں معمولی درجہ کے مسلمانوں کی قلیل اُجرت، غلیظ مکان اور ان کے پیٹ بھر کر روٹی کو ترستے ہوئے بچوں کا حسرت ناک نظارہ کسی نے نہیں دیکھا. لاہور کے کسی اسلامی محلہ میں جانکلو ایک تنگ و تاریک کوچہ پر تمہاری نظر پڑے گی جس کے وحشت زا سکوت کے طلسم کو رہ رہ کر یا تو لاغر و نیم برہنہ بچوں کی چیخ و پکار یا کسی پردہ نشین بڑھیا کی لجاجت آمیز صدا توڑتی ہوگی، جس کی سوکھی اور مرجھائی ہوئی انگلیاں برقع میں سے نکل کر خیرات کے لئے پھیلی ہوئی ہوں۔ یہ تو گلی کی حالت تھی، الم زدہ گھروں میں جا کر دیکھو تو صدہا مرد اور عورتیں ایسی پاؤ گے جہنوں نے کبھی اچھے دن دیکھے تھے لیکن آج فاقہ کر رہی ہیں، کئی دن سے اناج کا ایک دانہ تک منہ میں اڑ کر نہیں گیا لیکن غیرت اور خودداری اجازت نہیں دیتی کہ خیرات کے لئے کسی کے آگے ہاتھ پھیلائیں"[10]۔

بلاشبہ اقبال نے اس دور کے اقتصادی حالات اور گھروں میں موجود سفید پوش اور غیرت مند گھرانے کی خواتین کی منظر کشی کی لیکن آج بھی معاشی طور پر محنت کرتی عورت خاص طور پر دیہاتوں میں چکی پیستی اور سوت کاٹتی عورتیں، دستکاری اور قالین بنتی بوڑھی آنکھوں میں ویسی ہی بے بسی اور بے چارگی ہے جو اپنے خاندانوں کی سخت محنت کے بعد انتہائی کم اجرت پر کفالت کر رہی ہیں۔ اقبال کے نزدیک معاشرے میں معاشی خوشحالی افراد کی انفرادی خوشحالی سے وابستہ ہے۔ جس میں اس بات کا شعور اجاگر کرنا ضروری ہے کہ معاشرے میں خوشحالی مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کی بااختیار سازی اور معاشی ترقی سے آئے گی ۔علم الاقتصاد میں اقبال کے خیالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ "وہ کسب معاش میں عورت کے فعال کردار کے حامی ہیں۔ مثلاً اجرت کے ضمن میں یہ تحریر:

> "... بعض پیشوں میں دستکار کی بی بی اور اس کے بال بچوں کو بھی ہاتھ بٹھانے کا موقع مل جاتا ہے بلکہ اکثر صورتوں میں بی بی کی کمائی میاں کے مساوی ہو جاتی ہے مثلاً بافندگی کا پیشہ"[11]۔

اقبال اس کے ساتھ اس بات پر بھی زور دیتے ہیں کہ معاشرے کی پائیدار معاشی ترقی کے حصول کے لئے ہمیں معاشرے کو درپیش ان مسایل پر توجہ کرنا ہوگی جو اقتصادی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔

اقبال کی نظر میں ناخواندگی اور غربت ایک ہی تصویر کے دورخ ہیں جو معاشی خوشحالی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ اقبال کے خیال میں جب تک تعلیم عام نہ ہوگی تب تک اقتصادی ترقی کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا ۔ آپ نے عام تعلیم کے ساتھ ساتھ فنی، صنعتی اور نظامی تعلیم کی ضرورت پر بھی زور دیا۔ اسی وجہ سے ،انہوں نے مسلمانوں کی معاشی بدحالی ختم کرنے کے لیے تعلیم کو لازمی قرار دیا۔ علم الاقتصاد کے صفحہ ۲۰ میں کمی اجرت کا بہترین نسخہ بھی قومی تعلیم کو ہی قرار دیا:

> " اقبال کو آواخر عمر میں مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی کا کس قدر شدید احساس تھا... اقبال، جناح کو۱۹۲۸ میں لکھتے ہیں: روٹی کا مسئلہ دن بدن زیادہ سخت ہوتا جارہا ہے۔ مسلمانوں کو دن بدن یہ احساس ہورہا ہے کہ پچھلے دو سو سالوں سے مسلمانوں کی معاشی حالت برابر گرتی جارہی ہے۔ عام طور پر ان کا یہ خیال ہے کہ ان کا افلاس ھندو سود خواروں اور سرمایہ داروں کی بدولت ہے۔ ابھی انہیں یہ محسوس نہیں ہوا کہ ان کے افلاس میں بیرونی استعمار کا بھی برابر کا دخل ہے مگر یہ احساس پیدا ہو کر رہے گا"[12]

اقبال وہ دور بین مفکر تھے جو بڑھتی آبادی اور کے باعث معاشی بدحالی کے خوفناک نتایج سے آگاہ تھے۔ اس حوالے سے یوں لکھتے ہیں:

"ہمارے ملک میں سامان معیشت کم ہے اور آبادی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ قدرت قحط اور وبا سے اس کا علاج کرتی ہے۔ مگر ہم کو بھی چاہیے کہ بچپن کی شادی اور تعداد ازدواج کے دستور کی پابندی سے آزاد ہو جائیں۔ اپنے قلیل سرمایہ کو دور اندیشی سے صرف کریں ۔صنعت وحرفت کی طرف توجہ کر کے ملک کی شرح اجرت کو زیادہ کریں اور عاقبت بینی کی راہ سے اپنی قوم کے انجام کی فکر کریں تاکہ ہمارا ملک مفلسی کے خوفناک نتائج سے محفوظ ہو کر تہذیب وتمدن کے ان اعلیٰ مدارج تک رسائی حاصل کرے جن کے ساتھ ہماری حقیقی بہودی وابستہ ہے۔ ان سطور سے یہ نہ سمجھ لینا کہ ہم بنی آدم کو کلی طور پر شادی کی لذت سے محروم کرنا چاہتے ہیں. اقتصادی لحاظ سے انسان کی بہودی اسی میں ہے کہ جہاں تک ممکن ہو بچوں کی تعداد کم سے کم پیدا کرے۔ [13]"

"اقبال صغر سنی کو بھی مسئلہ معاش قرار دیتے ہیں۔ جو نا صرف خواتین کی صحت بلکہ خاندانی معشیت پر ایک بوجھ ہے۔ اقبال کے زمانے میں " صغر سنی کی شادی کے ضمن میں جب ہندوستان میں "شاردا بل" پیش کیا گیا تو اس موقع پر لاہور نیوز ایجنسی کے نمائندے نے اس حوالے سے اقبال کے خیالات جاننے کے لئے ان سے گفت وگو کی جس کی رو سے اقبال نے کہا کہ اس پہلو کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ صغر سنی کی شادی کا یہ عیب ہے کہ لڑکیاں ابھی لڑکیاں ہی ہوتی ہیں کہ مائیں بن جاتی ہیں۔ اسطرح جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ کمزور اور منحنی ہوتی ہے ... گویا وہ چھوٹی عمر کی شادی کے معایب سے آگاہ ہیں اور اس وقت کے حالات کے مطابق اسکی معنویت پر غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں [14]"

اقبال اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر تھے کہ معاشی شعور کی کمی سماجی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ اسی لئے اقبال معاشیات کو اخلاقیات سے الگ نہیں دیکھتے۔ علم الاقتصاد میں اقبال نے بیشتر جگہوں پر افزایش آبادی کو ملکی ترقی کی راہ میں رکاوٹقرار دیتے ہوئے خاندانی منصوبہ بندی کی اہمیت پر زور دیا۔

اقبال نے مادیت پسند معاشی نظاموں پر تنقید کی جو استحصال، عدم مساوات اور لالچ کے اخلاقی نتائج کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اسی طرح اقبال معاشی ناانصافیوں اور محنت کش طبقے کے استحصال پر تنقید کرتے ہیں اور ایک ایسے مسلم معاشرے کے قیام کے خواہاں ہیں جہاں وسائل، دولت اور مواقع کی منصفانہ تقسیم ہو، منصفانہ نظام اجرت اور کام کے محفوظ حالات ہوں، اور ایسا نظام جو کارکنوں کے حقوق کے تحفظ کی وکالت سے ہم آہنگ ہو۔

"اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے"15

اقبال کا دور نظریات کے تصادم کا دور تھا۔ ایک طرف روس کے کارل مارکس کا نظریہ اشتراکیت جو در حقیقت کیپٹلزم کے خلاف سامنے آیا پھر مارکسزم کے نام سے معروف ہوا، دوسری طرف امریکہ اور اس کے حامی ممالک کا سرمایہ دارانہ نظام کی حمایت کرنا۔ اور تیسرا جرمنی کا مشہور شاعر اور فلسفی نطشے جو معاشرے میں عدم مساوات کا داعی اور سوشلزم کے مخالف تھا اور مظلوم پر طاقت اور بالا دستی کا شدید حامی تھا۔ ایسے میں اقبال نے کارل مارکس کے نظریے کا استقبال ضرور کیا لیکن اقبال ہر گز مغربی نظریات کا قایل نہیں، چونکہ اقبال کا کلام اسلامی نظریات کا مظہر ہے اور ان کے تصورات کا منبع اسلام اور قرآن ہے، جو کسی طور بھی جبر، ظلم، ناانصافی اور عدم مساوات کو پسند نہیں کرتا۔ اقبال نے ہمیشہ معاشرے کے کمزور اور محکوم افراد کا ساتھ دیا۔ وہ سرمایہ دارانہ نظام کے سخت خلاف تھے، ان کے نزدیک سرمایہ دار اور جاگیر دار اپنی زمین سے دولتکے حصول کے لئے دوسروں کی محنت پر انحصار کرتا ہے جبکہ محنت کرنے والا کبھی بھی مناسب اجرت یا منافع حاصل نہیں کر پاتا:

"کارخانے کا ہے مالک مَردکِ ناکردہ کار — عیش کا پُتلا ہے، محنت ہے اسے ناساز گار
حکمِ حق ہے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی — کھائے کیوں مزدور کی محنت کا پھل سرمایہ دار"[16]

یہی وجہ ہے کہ اقبال ذاتی جائیداد کو تمام برائیوں کی جڑ سمجھتے ہیں۔ علم الاقتصاد میں لکھتے ہیں کہ:

> " تمدن انسانی کی ابتدائی صورتوں میں حق ملکیت یا جائیداد شخصی کا وجود مطلق نہ تھا۔ محنت کی پیداوار میں ہر شخص کا حصہ تھا۔ ہر شے ہر شخص کی گویا ملکیت تھی اور کوئی خاص فرد یہ دعوی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ خاص شے میری ملکیت ہے اور یہ کسی اور کی ہے۔ نہ کہیں افلاس کی شکایت تھی اور نہ چوری کا کھٹکا تھا۔ آگے چل کر لکھتے ہیں... نظام قدرت میں نوع انسانی کے تمام افراد مساوی حقوق رکھتے ہیں۔ کوئی کسی کا دبیل نہیں ہے۔ اور تمام تمدنی امتیازات مثلاً سرمایہ دار اور محنتی، آقا و غلام وغیرہ بالکل بے معنی ہیں۔ جائیداد شخصی تمام برائیوں کا سرچشمہہے۔ لہذا اقوام دنیا کی بہبودی اسی میں ہے کہ ان بے جا امتیازات کو یک قلم موقوف کر کے قدیمی اور قدرتی اصول مشارکت فی الاشیاء کو مروج کیا جائے۔ اور کچھ نہیں تو کم از کم ملکیت زمین کی صورت میں ہی اس اصول پر عمل درآمد کیا جائے"[17]۔

اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف اور مزدور اور محنت کش طبقے کے حق میں آواز اُٹھائی اور مزدور اور دہقان کو جگایا تاکہ ان کے حقوق کا استحصال نہ ہو۔اس ضمن میں آپ کی نظمیں "فرمان خدا"، ابلیس کی مجلس شوری" اور "خضر راہ" قابل ذکر ہیں۔

"اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو! کاخ امراء کے در و دیوار ہلا دو
گرماؤ غلاموں کا لہو سوز یقیں سے کنجشک فرو مایہ کو شاہیں سے لڑا دو
جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو"[18]

"اقبال کو مارکسزم میں جو خوبیاں نظر آئیں وہ یہ ہیں کہ یہ نظام ملوکیت اور سرمایہ داری کا دشمن ہے اور اس میں محنت کش طبقے کے لئے مواقع موجود ہیں ورنہ مارکس کی جدلیاتی مادیت سے اقبال کو شدید اختلاف ہے۔اقبال مارکسزم کا ایک ایسا نظام چاہتے ہیں جس میں ملوکیت، سرمایہ داری اور طبقہ داری کش مکش تو اسی طرح ناپید ہوں جس طرح مارکسزم میں ناپید ہیں، لیکن اس کی بنیاد روحانیت، پر ہو مادیت پر نہ ہو، اور ایسا نظام اقبال کو صرف اسلام میں نظر آتا ہے۔"[19]

اقبال نے نا صرف اپنے کلام میں نوجوانوں کو سرمایہ دارانہ غلامی کے نظام سے سے بچنے کے لیے تجارتی اور معاشی خود انحصاری پر زور دیا بلکہ اگر ہم اقبال کے نوجوانوں کے لیے 1932 میں پیش کیے گئے وژن پر نظر ڈالیں تو یہ آج کے پیش کردہ پائیدار ترقی کے ہدف نمبر ۸ سے پوری طرح مماثلت رکھتا ہے جس کا اصل مقصد نوجوانوں کی معاشی خود انحصاری ہے۔

"مارچ 1932 لاہور کے خطبہ صدارت میں انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ مسلمان نوجوانوں کی انجمنیں اس غرض کے لئے قائم کی جائیں کہ وہ اور باتوں کے علاوہ تجارت اور کاروبار کے میدان میں تنظیم کے لیے جدوجہد کریں اور دیہات میں مسلمان کاشتکاروں کی اقتصادی بدحالی اور مقروضیت کے ازالے کے لیے ایک تبلیغی مہم چلائیں"۔20

اقبال کا خود انحصاری کا تصور در حقیقت خودی کے مرکزی خیال سے وابستہ ہے۔ اقبال نے عزت اور خود داری کے ساتھ زندگی گزارنے پر زور دیا اور غلامانہ ذہنیت سے نکل کر اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کی ترغیب دی۔اقبال نے نوجوانوں کو محنت کے بل بوتے پر اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا پیغام دیا۔بقول پروفیسر کرار حسین:

" اقبال نے کوئی نظام یا نظریہ پیش نہیں کیا بلکہ اسلام کی ایسی تفسیر پیش کی جس میں افسردگی یا سستی یا بے عملی یا بالفاظ دیگر یہ کہہ لیجئے کہ تقدیر پر شاکی رہنے، قناعت ذکر و مراقبہ، توکل کی، فکر عاقبت کی جو صورتیں مسلم معاشرہ میں عام طور پر رائج تھیں، کوئی گنجائش نہ تھی۔ انسان کو تخلیق اقدار اور ندرت عمل کا ایک بلند مقام دیا اور خودی کو اپنی تکمیلکے لیے خدا کے سامنے لاکھڑا کیا... خودی کی تربیت اور حصول دوام کو زندگی کا اعلیٰ ترین مقصد اور زندگی کی اخلاقی قدروں کو پرکھنے کا معیار قرار دیا اور اسلامی اقدار کو زمانہ کے تمام مروجہ نظاموں کے احتساب کا پیمانہ بنایا"[21]۔

اقبال معاشی ترقی کی پیشرفت کے لیے تجارت خارجی کی اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک مختلف ممالک کی باہمی مشارکت اور تجارت سے بہت سے فواید حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ آپ دو مختلف ممالک کی باہمی تجارت کو صرف دو ممالک کی تجارت نہیں بلکہ دو مختلف ممالک کے خاص افراد اور کمپنیوں کی انفرادی سعی و کوشش کا ثمر گردانتے ہیں جو آپس میں تبادلہ اشیاء کرتے ہیں۔ تجارت خارجی کے فوائد کے ضمن میں اقبال کہتے ہیں:

" تجارت خارجی کی وساطت سے ہر ملک کو بغیر کاوش کے ایسی اشیاء دستیاب ہوسکتی ہیں جن کو یہ بغیر دقت کے پیدا نہ کرسکتا۔
تجارت خارجی کی وساطت سے اشیاء کی فروخت کے لئے منڈیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔
تجارت خارجی کی وساطت سے مختلف اقوام کے دستکار اپنی اپنی ہنرمندی میں بے انتہا ترقی کرسکتے ہیں۔
تجارت خارجی سے مختلف اقوام کا میل جول ہوتا ہے جس سے کئی ایک تمدنی اور اخلاقی فوائد پیدا ہوتے ہیں"[22]۔

اقبال کا علم الاقتصاد میں بیان کیا گیا فلسفہ اور پائیدار ترقی کا ہدف نمبر ۸ دونوں اس حکمت عملی سے ہم آہنگ ہیں کہ نوجوان اخلاقی قدروں کو برقرار رکھتے ہوئے تخلیق کار بنیں۔ نوکریوں کا انتظار کرنے کے بجائے ذاتی کاروبار اور خود انحصاری پر توجہ مرکوز کریں۔

نتیجہ گیری:

اس تحقیق کی روشنی میں ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ 1903 میں لکھی گئی اقبال کی کتاب "علم الاقتصاد" میں علامہ اقبال کے پیش کیے گئے تصورات مکمل طور پائیدار ترقی کے ہدف نمبر ۸ سے مطابقت رکھتے ہیں۔ بنیادی طور پر اقبال نے معاشی ترقی کی راہ میں چند رکاوٹوں کا ذکر کیا

جن میں مفلسی، تعلیم کی کمی، بڑھتی آبادی، سرمایہ دارانہ نظام، دولت کی نامنصفانہ تقسیم، محنت اور اجرت کے مسایل اور ٹیکس وغیرہ کا نظام شامل ہیں ۔ معاصر دنیامیں ایک خوشحال معاشرے کے لئے جو اہداف پیش کیے جاتے ہیں، وہ بالکل وہی ہیں جن کا وژن اقبال نے ۱۲۲ سال قبل پیش کیا تھا۔

اقبال نے جو نظریات معاشی ترقی اور نوجوانوں کیمعاشی خود شناسی اور خود انحصاری کے لئے پیش کیے، آج معاشرے کو معاشی استحکام کے لیے بالکل اسی وژن کی ضرورت ہے۔ اقبال نے علم معاشیات کی مدد سے معاشی خود انحصاری کی اہمیت پر زور دیا۔ اقبال کی تعلیم اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ معاشرے کے افراد کو زیادہ سے زیادہ ہنر مند بنایا جائے اور افرادی قوت کو فروغ دیا جائے۔ پیشہ ورانہ ترقی، صنعتی تربیت، ذاتی سرمایہ کاری، تجارت خارجی اور خود انحصاری کی بدولت وہ افراد کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں کہ وہ خود کو بہتر بنانے کی کوشش کریں اور اپنے کام کے ذریعے معاشرے میں اپنا حصہ ڈالیں اور دنیا میں اپنے آپ کو منوائیں۔ وہ افراد کو مل جل کر رہنے ، معاشرے میں سر اٹھا کر جینے اور اجتماعی ذمہ داریاں اٹھانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اس کام کے لیے وہ خود شناسی اور خودی کا درس دیتے ہیں ۔ کیونکہ خودی کی مسلسل تربیت اور نگہداشت انسان کو مضبوط بنا کر راہ عمل پر لے جاتی ہے اور بے خودی اسے عمل سے غافل کر کے کاہلی، دوسروں پر انحصار کرنا اور دست سوال دراز کرنے کی جانب سے لے جاتی ہے۔

اقبال کے خود انحصاری اور اختراع کے نظریات نوجوانوں کو اپنے کاروبار شروع کرنے کی طرف راغب کر سکتے ہیں۔ نوجوان مل کر شراکتی کاروبار اور روزگار کے مواقع تلاش کر سکتے ہیں۔ افراد کی خوشحالی، اور مشارکت یعنی people ، Prosperity اور partnership کا امتزاج اقبال کی دور اندیش بصیرت میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جب تک افراد معاشرے اور ملت کے ساتھ مل کر شراکت داری سے کام نہیں لیں گے، معاشرہ خوشحال نہیں ہو سکتا۔ دیہی اور صنعتی ترقی، غربت کے خاتمے، سماجی و اقتصادی وثقافتی حکمت عملی، تعلیم کے ذریعے بااختیار سازی، زمین پر محنت، سرمایہ کاری اور قابلیت کا درست استعمال، دولت کی پیدائش، اس کا تبادلہ اور دولت کی تقسیم کا منصفانہ نظام، دستکار، ہنر مند، کسان اور مزدور کی مناسب اجرت اور لینڈ رفارمز سے نا صرف پائیدار ترقی کے ہدف ۸ کو پورا کیا جا سکتا ہے بلکہ اقبال کے معاشی ترقی کے وژن کو بآسانی مؤثر بنایا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات:

[1] https://sdgs.punjab.gov.pk/the-five-ps

2، القران(59:7)

3، القرآن(51:19)

4 https://www.nawaiwaqt.com.pk/09-Nov-2014/339284

5 اقبال، محمد، کلیات اقبال فارسی، (لاہور، غلام علی پرنٹرز، اشاعت ششم، 1990) ص:۱۲۳

6 https://globalgoals.org/goals/8-decent-work-and-economic-growth

7 اقبال، محمد، کلیات اقبال فارسی، (لاہور، غلام علی پرنٹرز، اشاعت ششم، 1990) ص:694

8 اقبال، محمد، علم الاقتصاد، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، طبع سوم، 2018)، ص: 208

9 ایضاً، علم الاقتصاد، دیباچہ

10 معینی، سید عبدالواحد، قریشی، محمد عبداللہ، مقالات اقبال، (لاہور: القمر انٹرپرائزز، 2011)، ص180

11 اقبال، محمد، علم الاقتصاد، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، طبع سوم، 2018) ، ص:174

12 ایضاً، ص: 12

13 ایضاً، ص: 210

14 عنبرین، بصیرہ، وجود زن اور تصویر کائنات، (لاہور: دارالنوادر، 2019) ص: ۸۷

15 اقبال، محمد، کلیات اقبال اردو، (لاہور: اقبال اکادمی، پاکستان، 2018) ص: 135

16 ایضاً، ص:151

17 اقبال، محمد، علم الاقتصاد، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، طبع سوم، 2018) ، ص155

18 اقبال، محمد، کلیات اقبال اردو، (لاہور: اقبال اکادمی، پاکستان، 2018، ص: 206

19 آزاد، جگن ناتھ، (اقبال اور کارل مارکس)، اقبالیات کے سو سال، مرتبین رفیع الدین ھاشمی، محمد سہیل عمر، ڈاکٹر وحید عشرت، (لاہور: طبع سوم، قبال اکیڈمی پاکستان، 2012،) ص :982

20اقبال، محمد، علم الاقتصاد،(لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، طبع سوم،2018) ، ص:9

21حسین ، کرار ،(اقبال :سوشلزم اور اسلام) اقبالیات کے سو سال، مرتبین رفیع الدین ھاشمی ، محمد سہیل عمر،ڈاکٹر وحید عشرت،(لاہور: طبع سوم، قبال اکیڈمی پاکستان،2012،)ص:696

22اقبال، محمد، علم الاقتصاد،(لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، طبع سوم،2018) ، ص:112

ماخذات:

1.القرآن

2.اقبال، محمد، کلیات اقبال اردو، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان،2018

3.اقبال، محمد؛ کلیات اقبال فارسی، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، اشاعت ششم،1990

4.اقبال، محمد، علم الاقتصاد، الاہور: قبال اکادمی پاکستان طبع سوم،2018

5.معینی، سید عبدالواحد، قریشی، محمد عبداللہ، مقالات اقبال، لاہور: القمر انٹرپرائزز،2011

6.ھاشمی، رفیع الدین، سہیل عمر، محمد، عشرت، ڈاکٹر وحید (مرتبین) اقبالیات کے سو سال، لاہور: طبع سوم، قبال اکیڈمی پاکستان،2012

7.عنبرین، بصیرہ، وجود زن اور تصویر کائنات، لاہور: دارالنوادر،2019

8.اکرام شاہ، سید اکرم، علامہ اقبال اور اقتصادی نظام، 9نومبر2014، https://www.nawaiwaqt.com.pk/09-Nov-2014/339284

https://sdgs.punjab.gov.pk/the-five-ps.9

https://globalgoals.org/goals/8-decent-work-and-economic-growth.10

References:

1.https://sdgs.punjab.gov.pk/the-five-ps

2.Al Qur'an (59:7)

3.Ibid (51:19)

4. https://www.nawaiwaqt.com.pk/09-Nov-2014/339284

5.Iqbal, Muhammad, Kulyate Iqbal (Farsi) (Lahore: Ghulam Ali Printers, sixth Edition.1990) p:123

6. https://globalgoals.org/goals/8-decent-work-and-economic-growth

7.Iqbal, Muhammad, Kulyate Iqbal (Farsi) (Lahore: Ghulam Ali Printers, sixth Edition.1990) P:694

8.Iqbal, Muhammad, Elmul Eqtesad (Lahore: Iqbal Academy Pakistan,3rd Edition.2018), P: 208

9.Ibid, preface

10.Moeeni, Syed Abdul Aahid, Abdullah Muhammad, (Lahore: Alqamr Enterprises ,2022) P:180

11.Iqbal, Muhammad, Elmul Eqtesad (Lahore: Iqbal Academy Pakistan ,3rd Edition.2018), P: 174

12.Ibid, P:12

13.Ibid, P:210

14.Ambreen, Baseera,Wajude Zan aur Tasweer e Kayinat ,(Lahore:Darul Nawadir,2019) P:87

15.Iqbal, Muhammad, Kulyate Iqbal (Urdu) (Lahore: Iqbal Academy Pakistan,2018) P:135

16.Ibid, P :151

17.Iqbal, Muhammad, Elmul Eqtesad (Lahore: Iqbal Academy Pakistan ,3rd Edition.2018) P: 155

18.Iqbal, Muhammad, Kulyate Iqbal (Urdu) (Lahore: Iqbal Academy Pakistan,2018) P: 206

19.Azad, jugan Nath,(Iqbal aur Karl Marx) Iqbaliyat ke Sou Saal, Compilers : Rafi u Din Hashmi, Muhammad Sohail Umar, Dr. Waheed Ishrat (Lahore: Iqbal Academy Pakistan. 3rd edition ,2012) P:982

20.Iqbal, Muhammad, Elmul Eqtesad (Lahore: Iqbal Academy Pakistan ,3rd Edition.2018) P: 9

21.Karar , Hussain(Iqbal: Socialism and Islam) Iqbaliyat ke Sou Saal, Compilers : Rafi u Din Hashmi, Muhammad Sohail Umar, Dr. Waheed Ishrat (Lahore: Iqbal Academy Pakistan. 3rd edition ,2012) P: 696

22.Iqbal, Muhammad, Elmul Eqtesad (Lahore: Iqbal Academy Pakistan ,3rd Edition.2018) P: 112